اور عمر بھر وہ اپنے اس پسندیدہ موضوع کو اپنی زندگی میں بھی عملی طور پر اپناتا رہا۔

ذوالکفل کو اگر ہم لوگ بھولتے ہیں تو یہ ہماری بدقسمتی ہوگی کیونکہ اب ایسے خوب سیرت انسانوں کی اس جہانِ حیرت میں کمی ہے۔ جب سے ذوالکفل جنت المعلیٰ میں دفن ہوا ہے اس قبرستان سے ایک تعلق سا پیدا ہو گیا ہے۔ میں تو اکثر و بیشتر یہی سوچتا رہتا ہوں کہ اب جب بھی ان شاء اللہ مکہ جانا ہوا تو جنت المعلیٰ سے جا کر یہ تو ضرور پوچھوں گا کہ

''تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے''

جنت المعلیٰ سے بزبان اقبال یوں گفتگو کروں گا

اے ''معلیٰ'' داستاں اس وقت کی کوئی سنا
مسکنِ آبائے انساں جب بنا دامن تیرا
کچھ بتا اس سیدھی سادی زندگی کا ماجرا
داغ جس پر غازۂ رنگِ تکلف کا نہ تھا
ہاں دکھا دے اے تصور پھر وہ صبح و شام تو
''دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو''

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ
کے زیرِ اہتمام

درس نظامی کے فضلا کے لیے
خصوصی تربیتی کورس
(محرم الحرام تا رجب المرجب ۱۴۳۲ھ)

زیرِ نگرانی:
مولانا ابوعمار زاہد الراشدی

☆ **مضامین**: O حجۃ اللہ البالغہ کے منتخب ابواب O مسلم افکار و تحریکات O تقابل ادیان و مذاہب O جدید مغربی فکر و فلسفہ O سیاسیات، معاشیات اور نفسیات کا تعارفی مطالعہ O انگریزی و عربی زبانیں O کمپیوٹر سائنس O مطالعہ اور تحقیق و تصنیف کی تربیت

(ضروری کوائف اور اسناد کی نقول کے ہمراہ درخواستیں ۱۰ ذی الحجہ تک بھیج دی جائیں۔ داخلہ کے لیے ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی ضروری ہے)

الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا گوجرانوالہ۔ 0302-6762366 / 0313-7542494

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ اور مجلس احرار اسلام

ڈاکٹر محمد عمر فاروق*

مجلس احرار اسلام کا قیام تحفظ ختم نبوت کے عظیم ترین مقصد کے لیے عمل میں لایا گیا تھا۔ جس میں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اصولی مشورہ شامل تھا۔ قادیانیت کی سرکوبی کے لیے انفرادی سطح پر تقاریر، مناظرے اور تحریری کام جاری تھا، لیکن یہ کام ایک منظّم جماعت کا متقاضی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ شرف مجلس احرار اسلام کو بخشا کہ جس نے اپنے تاسیسی اجلاس میں ہی فتنۂ قادیانیت کے خاتمہ کو اپنے اغراض و مقاصد میں شامل کیا۔ اس طرح مجلس احرار برِصغیر میں واحد جماعت تھی جس کے منشور میں قادیانیت کے سدِّ باب کو اہم ہدف کے طور پر سامنے رکھا گیا تھا۔

۱۹۳۱ء میں تحریکِ کشمیر کے دوران قادیانیوں کے مخصوص مقاصد کو مجلس احرار نے ہی واشگاف کیا۔ جس کی بدولت کشمیر قادیانیت کے نرغے میں آنے سے بچ گیا۔ احرار رہنما تحریکِ کشمیر سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ قادیان سے مظلوموں کی آہیں بلند ہونا شروع ہوگئیں، جس پر ۱۹۳۳ء میں مجلس احرار اسلام قادیان کی بنیاد رکھی گئی اور دفتر احرار قائم کر دیا گیا، لیکن قادیانیوں نے احرار کارکنوں کو اپنے شدید ظلم وستم کا نشانہ بنایا۔ بالآخر مجلس احرار کی ورکنگ کمیٹی نے مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا عنایت اللہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو فروری ۱۹۳۴ء میں قادیان میں بحیثیت مبلّغ تعینات کر دیا۔ جنھوں نے وہاں تحفظ ختم نبوت کے مقدس کام کے لیے فضاء سازگار بنائی۔

۱۹۳۳ء کے آخر میں احرار ورکنگ کمیٹی نے ایک انقلابی قدم اٹھایا اور احرار کے شعبۂ تبلیغ کی باقاعدہ بنیاد رکھ دی گئی۔ شعبۂ تبلیغ کے اغراض و مقاصد حسبِ ذیل مقرر کیے گئے:

(۱) شعبۂ تبلیغ مجلس احرار اسلام خالص مذہبی شعبہ ہے۔ سیاسیاتِ ملکی سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔

(۲) ارتداد و دہریت کی روک تھام کے پیشِ نظر مسئلہ ختم نبوت کی ہر ممکن حفاظت کرنا۔

(۳) مسلمانوں میں تبلیغ اسلام کا شوق پیدا کرنا اور اس کے لیے مبلغوں کی ایک سرگرم جماعت تیار کرنا۔

(۴) ہندوستان اور بیرون ہند میں اسلام کی اشاعت کرنا۔

(۵) خدمتِ خلق اور اسلامی اخلاق کی عملی کیفیت پیدا کرنا۔

*رکن مجلس شوریٰ، مجلس احرار اسلام پاکستان (تلہ گنگ)

شعبۂ تبلیغ کے حسبِ ذیل عہدیدار منتخب ہوئے:

صدر: میاں قمرالدین رئیس اچھرہ (لاہور)

نائب صدر: چودھری افضل حق ایم۔ ایل۔ سی

جنرل سیکرٹری: مولانا عبدالکریم (سابق قادیانی) ایڈیٹر ہفت روزہ ''مباہلہ''۔

اس کا صدر دفتر اچھرہ (لاہور) میں قائم کیا گیا۔'' (جانباز مرزا ''کاروان احرار'' جلد دوم، صفحہ ۵۷، ۵۸)

شعبۂ تبلیغ کے زیر اہتمام ۱۹۳۷ء میں قادیان میں کئی کنال اراضی خریدی گئی۔ جہاں مسجد ختم نبوت مدرسہ محمدیہ اور غریب مسلمانوں کے لیے کھڈیاں قائم کی گئیں۔ اس شعبہ میں مولانا عنایت اللہ چشتی کے علاوہ مولانا محمد حیات، عبدالحمید بٹ وغیرہ نے قیام پاکستان تک گرانقدر خدمات انجام دیں۔

پاکستان بن گیا تو احرار رہنماؤں نے ۱۹۴۹ء میں سیاست سے دستبرداری کا اعلان کیا، مگر مجلس احرار نے جب سیاسیات سے علیحدگی اختیار کی تو مقصد الیکشن سے علیحدگی تھا، لیکن ملکی اور شہری حقوق سے دستبرداری یا حکومت پر جائز نکتہ چینی سے دستبرداری مراد نہ تھی۔ (روداد مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان۔ ۱۳۹۱ھ۔ صفحہ ۱۶)

حضرت امیر شریعت قدس سرہ نے فرمایا کہ: ''انگریز چلا گیا، ملک آزاد ہو گیا اور پاکستان معرض وجود میں آ چکا ہے۔ ان حالات میں احرار نے سیاسی پلیٹ فارم کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔ اب ملک کے سب سے بڑے فتنے مرزائیت اور منکرین ختم نبوت کے تعاقب اور اصلاح معاشرہ پر تمام تر توجہ مرکوز ہونی چاہیے''۔

(حوالہ مذکورہ بالا، صفحہ ۱۳، ۱۲)

حضرت امیر شریعت نے ۱۴ جنوری ۱۹۴۹ء کو احرار کانفرنس، لاہور میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''مجلس احرار اب اصلاحی کاموں میں مصروف رہے گی، مسئلہ ختم نبوت اس کا بنیادی مسئلہ ہے سیاست اب ہماری منزل نہیں''۔ (جانباز مرزا۔ حیاتِ امیر شریعت، صفحہ ۳۲۴)

اسی کانفرنس کے آخری اجلاس میں یہ قرارداد بھی منظور کی گئی تھی کہ:

''آئندہ سے مجلس احرار اپنی سعی و عمل کو مسلمانوں کے دینی عقائد و رسوم کو درست رکھنے اور خصوصاً مسئلہ ختم نبوت کی مرکزی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے تبلیغی سرگرمیوں تک محدود رہے گی جو اراکین و ہمدردانِ احرار زمانہ حال کے موافق سیاسی خدمات سرانجام دینا چاہتا، وہ مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنے روایتی اخلاص اور عملی انہماک سے ملک وملت کی خدمت میں حصہ دار بن سکتے ہیں۔'' (حیات امیر شریعت، ص ۱۳۹)

مجلس احرار اسلام کی سیاست سے دستبرداری کے فیصلہ پر سیاسی مزاج رکھنے والے بعض احراری رہنما اور کارکن مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ جن میں مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ بھی شامل تھے۔''

(روزنامہ ''آزاد'' لاہور ۲۳ نومبر ۱۹۴۹ء بحوالہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح و افکار از مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی۔ ص ۲۵۱)

اس وقت حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار پنجاب کے صدر تھے۔

(یہ الگ بات ہے کہ مسلم لیگی رہنماؤں نے احرار زعماء کے لیے اپنی کوتاہ دلی اور تنگ نظری کا مظاہرہ کیا تو وہ واپس احرار میں آ گئے۔ جن میں حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل تھے۔ حضرت جالندھری احرار میں واپس آ جانے کے بعد دوبارہ اپنے عہدۂ صدارت پر بحال کر دیے گئے۔)

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے سلسلہ میں جب ۱۳؍ جولائی ۱۹۵۲ء کو پنجاب میں آل مسلم پارٹیز کانفرنس، برکت علی محمڈن ہال لاہور میں منعقد ہوئی۔ جس کا دعوت نامہ احرار رہنما مولانا غلام غوث ہزاروی نے جاری کیا تھا۔ دعوت نامہ کے نیچے احرار کی طرف سے حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ کے دستخط تھے اور ان کا نام اور عہدہ اس طرح لکھا گیا تھا:

''مولانا محمد علی جالندھری، ناظم اعلیٰ مجلس احرار پنجاب، ملتان''

(''رپورٹ تحقیقاتی عدالت، برائے تحقیقاتِ فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء''۔ ص ۱۷۴)

۱۸؍ جنوری ۱۹۵۳ء کو کراچی حاجی مولا بخش سومرو کی کوٹھی پر شرکائے اجلاس میں مولانا محمد علی جالندھری بھی بحیثیت صدر مجلس احرار پنجاب شریک ہوئے۔ (حوالہ مذکورہ بالا۔ ص ۱۳۲)

جسٹس منیر نے لکھا ہے کہ:

''......اور محمد علی جالندھری نے جو مجلس احرار کے ممتاز ممبر تھے۔ اپنے آپ کو اس تحریک (۱۹۵۳ء) کا دائمی مبلغ بنا دیا۔'' (حوالہ مذکورہ بالا، ص ۱۳۹)

مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا اللہ وسایا صاحب لکھتے ہیں کہ

''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کی تحقیقاتی عدالت میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری نے تحریری بیان داخل کرایا۔ جس میں مجلس احرار اسلام کے مؤقف کو بیان کیا گیا تھا۔'' (''تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء'' از مولانا اللہ وسایا)

اس وقت بھی حضرت جالندھری رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار پنجاب کے صدر تھے۔

مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ اور مجلس احرار پنجاب کی صدارت کے لیے اوپر درج کیے گئے حوالوں کا مقصد یہ ہے کہ مولانا جالندھری رحمۃ اللہ علیہ قیام پاکستان سے لے کر ۱۹۵۴ء تک صرف ایک جماعت مجلس احرار اسلام کے ساتھ وابستہ تھے اور اس کے عہدیدار تھے۔ البتہ جب مجلس احرار کو خلافِ قانون دے دیا گیا تو احرار کی سرگرمیوں کو بحال رکھنے کے لیے جماعت کے شعبۂ تبلیغ کو ۱۹۵۴ء میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا عنوان دیا گیا۔ جسے بعد میں مولانا جالندھری نے احرار سے الگ کر کے ایک مستقل علیحدہ جماعت کی شکل دے دی۔ یہ مجلس احرار اسلام کے شعبۂ تبلیغ کی مختصر روداد ہے۔ جسے ریکارڈ کی درستگی کے لیے دہرانا ضروری سمجھا گیا ہے۔

ہمارے محترم جناب مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی صاحب (مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت) نے اپنے ایک مضمون

''امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری'' (مندرجہ ماہنامہ ''لولاک'' ملتان، اگست، ستمبر ۲۰۱۰ء) میں چند نکات اٹھائے گئے ہیں۔ یہ نکات نئے نہیں ہیں، بلکہ وقفہ وقفہ سے انھیں مضامین و کتب میں بڑے وثوق سے پیش فرمایا جاتا ہے، لیکن تاریخِ احرار کے طالب علم کے لیے انھیں قبول کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

(۱) فاضل مضمون نگار نے تحریر فرمایا ہے کہ:

> ''انھوں (امیر شریعت) نے مجلس احرار اسلام بعد ازاں مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے کفر و شیطانیت (کذا)، فرنگی استعمار اور ان کے گماشتوں کو ناکوں چنے چبوائے۔''

یہ جملہ بہت ہی حیران کن ہے، احرار اور مجلس تحفظ ختم نبوت کے درمیان یہ فرق کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ حضرت امیر شریعت آخر دم تک مجلس احرار کے سرپرست رہے۔ احرار اور ختم نبوت الگ الگ پلیٹ فارم نہیں تھے۔ بلکہ جیسے پہلے ذکر آچکا ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت دراصل مجلس احرار کا شعبۂ تبلیغ تھا۔ جسے ۱۹۵۴ء میں یہ نام اُسے اُس وقت دیا گیا۔ جب احرار کو خلافِ قانون قرار دیا جا چکا تھا۔ تب یہ احرار کی دینی و تبلیغی سرگرمیوں کا سٹیج تھا۔

(۲) محترم مضمون نگار لکھتے ہیں کہ:

> ''آپ (امیر شریعت) نے تقسیم سے پہلے مجلس احرار اسلام اور بعد ازاں مجلس تحفظ ختم نبوت الگ الگ پلیٹ فارم سے عظیم الشان خدمات سرانجام دیں۔''

عرض ہے کہ یہ فقرہ تکرارِ لفظی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کا جواب اوپر آچکا ہے۔ ۱۹۵۸ء میں جب مجلس احرار اسلام سے پابندی ہٹائی گئی تو حضرت امیر شریعت نے مجلس احرار اسلام کے دفتر چوک گھنٹہ گھر، ملتان کا خود افتتاح فرمایا۔ وہاں حضرت امیر شریعت کا سرخ قمیص پہن کر شریک ہونا، احرار کے پرچم کو اپنے دستِ مبارک سے لہرانا اور دوستوں اور کارکنوں کو اس تقریب پرچم کشائی میں سرخ قمیص زیب تن کر کے آنے کا حکم فرمانا، کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ تقسیم کے بعد بھی حضرت امیر شریعت احرار ہی کے سٹیج سے خدمات انجام دیتے رہے۔

> (۳) ''مجلس احرار کے شعبۂ تبلیغ کی قیام پاکستان سے پہلے کی خدمات کا ذکر گزر چکا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد مجلس احرار نے ۱۹۴۹ء میں سیاست سے علیحدگی کا اعلان کیا اور یوں احرار کو صرف دینی جماعت کی حد تک محدود کر دیا گیا اور مجلس احرار اسلام کو انتخابی سیاست سے علیحدہ ہو کر آئندہ اپنی سعی و عمل کو مسلمانوں کے دینی عقائد و رسوم کو درست رکھنے اور خصوصاً مسئلہ ختم نبوت کی مرکزی اہمیت کو برقرار رکھنے کے لیے تبلیغی سرگرمیوں تک محدود رکھنے کا فیصلہ کر لیا گیا۔''
>
> (قرارداد از شیخ حسام الدینؒ جنوری ۱۹۴۹ء۔ روزنامہ ''آزاد'' ۱۴/ نومبر ۱۹۴۹ء، بحوالہ ''سید عطاء اللہ شاہ بخاری، سوانح و افکار'' از مولانا اسمٰعیل شجاع آبادی۔'' ص، ۲۴۹)

حوالہ مذکورہ بالا کے مطابق جب مجلس احرارِ اسلام کے بارے میں ۱۹۴۹ء میں دینی عقائد و رسوم کی درستگی اور مسئلہ ختمِ نبوت کی مرکزی اہمیت کو برقرار رکھنا ہی مقصدِ اوّلیں طے کر دیا گیا تو پھر مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کی یہ منطق سمجھ سے بالاتر ہے کہ

> ''قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۴۹ء میں اسے (شعبۂ تبلیغ کو) باقاعدہ جماعتی شکل دے کر ''مجلس تحفظ ختم نبوت'' نام رکھا گیا، چنانچہ مجلس احرار کے عمائدین میں سے بعض حضرات شاہ جی کی سرپرستی میں اس کے عہدیدار مقرر کیے گئے۔ تا آنکہ ۱۹۵۳ء میں تحریک چلی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام کے شانہ بشانہ رہی''۔
>
> (ماہنامہ ''لولاک'' رمضان المبارک، ۱۴۳۱ھ، صفحہ ۱۸)

اگر رقم السطور کے پیش کردہ گزارشات کو ذہن میں رکھیں تو آپ کو مولانا موصوف کی غلط فہمیوں کی بخوبی ادراک ہو سکے گا۔ اگر موصوف کے بیان کو من وعن مان لیا جائے تو کئی سوالات پھر بھی باقی رہ جاتے ہیں کہ:

(۱) جب مجلس احرارِ اسلام کو ۱۹۴۹ء کی قرارداد کے تحت عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ و بقاء کے لیے مختص کر دیا گیا تو پھر علیحدہ سے ''مجلس تحفظِ ختمِ نبوت'' کے قیام کی ضرورت کیونکر پیش آئی؟

(۲) اور پھر اُن عمائدینِ احرار کے اسمائے گرامی کون سے ہیں، جنھیں حضرت امیرِ شریعت کی سرپرستی میں مجلس تحفظ ختمِ نبوت کا عہدیدار مقرر کیا۔ جب کہ اس عرصہ میں مولانا محمد علی جالندھری رحمۃ اللہ علیہ احرار کی عقیدۂ ختمِ نبوت کے لیے مساعی تک محدود ہو جانے کی بنا پر سیاست میں حصہ لینے کے لیے مسلم لیگ میں شامل ہو گئے تھے۔

(سید عطاء اللہ شاہ بخاری سوانح و افکار، از مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، صفحہ ۲۵۱)

(۳) ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا مجلس احرارِ اسلام کے شانہ بشانہ ہونا خلافِ واقعہ بات ہے، کیونکہ ۱۹۶۲ء کے بعد ہی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت نے باقاعدہ مستقل جماعت کی ہیئت اختیار کی تھی۔ اس سے پہلے مولانا محمد علی جالندھری بحیثیت جنرل سیکرٹری مجلس احرار پنجاب تمام تاریخی ریکارڈ کے مطابق عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے سرگرمِ عمل دکھائی دیتے ہیں۔

(۴) فاضل مضمون نگار نے مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا قیام ۱۹۴۹ء میں تحریر فرمایا ہے درحقیقت یہ ایک ایسی غلط فہمی ہے کہ ایک بار غلطی سے اس کا اندراج ہونے کے بعد اسے بار بار تسلسل کے ساتھ اب شعوری کوشش اور دانستہ اپنے جرائد و کتب میں دہرایا جا رہا ہے۔

اب مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی بنیاد کا سال ۱۹۴۹ء کو ہی نہیں متعین کیا جاتا بلکہ نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ہمارے محترم مضمون نگار تاریخ کی اُلٹی زقند لگا کر اسے ۱۹۴۹ء کی بجائے ۱۹۳۴ء تک لے گئے ہیں۔ جیسے کہ وہ اپنے ایک تازہ

مضمون میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مجلس تحفظِ ختم نبوت کی باقاعدہ تشکیل ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔'' (مجلّہ ''صفدر''، گجرات، ''شیخ المشائخ نمبر'' باب ۲، صفحہ ۷۷)

اب اگر ان کی اس تازہ ''تحقیق'' کو قبول کرلیا جائے تو خود ان کی اپنی سابقہ تحقیق کا کیا کیا جائے کہ پہلے وہ مجلس کے قیام کو ۱۹۵۴ء اور بعد ازاں ۱۹۴۹ء تحریر فرماتے رہے ہیں اور اب ۱۹۳۴ء کا سال ان کی تحقیق کا حاصل ہے۔ ہمیں اب تو اُس دن کا انتظار ہے کہ جب کوئی محقق اپنی محققانہ محنت ومشقت کو بروئے کار لاتے ہوئے اعلان کرے گا کہ ۱۹۲۹ء کو مجلس احرار کی بجائے مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا تھا۔

بات چل نکلی ہے تو دیکھیں کہاں تک پہنچے

اربابِ مجلس اکثر اپنی کتب میں تواتر کے ساتھ مجلس کے سنِ ولادت ۱۹۴۹ء کے حوالہ کے لیے مجلس احرار اسلام کے ترجمان پندرہ روزہ ''الاحرار'' ۳۰/اپریل ۱۹۷۰ء کا حوالہ پیش فرماتے ہیں۔ اس حوالہ کے متعلق عرض ہے کہ ''الاحرار'' کے مذکورہ شمارہ میں مجلس احرار کے مرکزی ناظم نشر واشاعت نے بعنوان ''شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت، مجلس احرار اسلام پاکستان کا دوبارہ اجراء'' دوروزہ شہدائے ختم نبوت ڈویژنل احرار کانفرنس ملتان کے آخری اجلاس کے فیصلہ کا اعلان کیا تھا۔ جس میں شعبۂ تبلیغ کے دوبارہ اجراء کے پس منظر اور پیش منظر کی تفصیلات تحریر کی گئی تھیں، جن کا یہاں دہرانا (یقیناً بہت سے نازک مزاجوں کے لیے جان لیوا صدمہ کا باعث بننے کے خطرہ کے پیش نظر) فی الحال مناسب نہیں ہے۔ اس لیے سردست ''الاحرار'' کا مذکورہ حوالہ کی عبارت کو درج کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ ''الاحرار'' میں لکھا گیا تھا کہ

''قیام پاکستان کے بعد حکومتِ وقت کی بعض ناجائز پابندیوں کے باعث احرار کئی دفعہ خلافِ قانون قرار دی گئی۔ جنوری ۱۹۴۹ء میں ردِ مرزائیت کے کام کو سیاسی دست بُرد سے محفوظ رکھنے کے لیے شعبۂ تبلیغ کو الگ جماعت کی صورت دے دی گئی۔''

دراصل یہ ناظم نشر واشاعت کی قلمی فروگزاشت تھی، جس کی تردید واصلاح ''الاحرار'' کے بعد کے شمارے میں کر دی گئی تھی اور اصلاح شدہ عبارت درج ذیل تھی کہ:

''جنوری ۱۹۴۹ء میں حکومت ساتھ بلاوجہ تصادم سے بچنے اور ردِ مرزائیت کی مہم کو سیاسی دست برد سے محفوظ رکھنے کے لیے جماعت کو عارضی طور پر غیر سیاسی قرار دے کر اس سے شعبۂ تبلیغ کا کام لینا شروع کر دیا گیا۔'' (''الاحرار'' ۳۱ مئی ۱۹۷۰ء)

جب غلطی کو درست کر دیا تو اب جان بوجھ کر اس غلطی کو اپنی تائید کی خاطر دہراتے رہنا نہ صرف تاریخی، بلکہ شرعی طور پر بھی ناپسندیدہ کام ہے اور مسلسل ایسا کیے جانا اخلاق و دیانت کے تقاضوں کے بھی منافی ہے۔